دارالعلوم کا علمی اور تربیتی احاطہ

’’احاطہ مولسری‘‘

تاریخ، واقعات اور روحانیت

از: عبیداللہ فاروق قاسمی بارہ بنکوی

مدرسہ ضیاء الحرم جبری خورد، بارہ بنکی

ایشیاء کی شہرۂ آفاق دینی تعلیم گاہ دارالعلوم دیو بند کا مشہور احاطہ ’’احاطۂ مولسری‘‘ اپنی نظیر آپ ہے، یہ احاطہ دارالعلوم کے احاطوں میں علمی اور تربیتی خدمات کے اعتبار سے سب سے فائق ہے۔

باہر سے آنے والے زائرین جب دارالعلوم کی زیارت کی غرض سے یہاں تشریف لاتے ہیں اور اس کے گوشے گوشے کو عقیدت ومحبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تو ان کے دلوں میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور ذہنی اور قلبی، ایسا سکون ملتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے دنیا کو بھول جاتے ہیں؛ مگر جب اس احاطے میں قدم رکھتے ہیں تو سب سے زیادہ متاثر اسی احاطے سے ہوتے ہیں اور رُوحانی سرور اور قلبی تسکین مکمل طور پر یہیں ملتی ہے۔ اسی طرح دارالعلوم سے فارغ ہوکر جانے والے طلبہ کو ان کی یادوں، خیالوں اور خوابوں میں ستانے، تڑپانے، اور بے قرار کرنے میں اس کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے۔

سندِ فراغت پاکر یہاں سے رخصت ہونے والے طلبہ کو اس احاطہ کی عظمت واہمیت، ان کی اخیر سالوں کی تعلیمی سرگرمیاں، تقریر وتحریر میں حصہ لینے کے مواقع، رفیقوں کے ساتھ دل لگی،، نو درے میں ہونے والے تکرار ومطالعہ اور زمانۂ امتحان میں شب بے داری کے واقعات ان کو دوبارہ مادرِ علمی کی زیارت پر مجبور کرتے ہیں۔

اس کی ابتداء ’’باب قاسم‘‘ سے اور انتہاء ’’دارالحدیث‘‘ پر جاکر ہوتی ہے، ’’باب قاسم‘‘ قدیم طرز کا یہ شاہکار، بلند وبالا پُرشکوہ باب الداخلہ اپنے اندر تاریخ دارالعلوم اور اس کے خلوص وللّٰہیت

کی مثال رکھتا ہے۔ یہ چند کمروں پر مشتمل ہے، کچھ حجرے طلبہ کی رہائش کے لیے، تو کچھ انتظامی امور میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ تاریخی حیثیت سے کب وجود پذیر ہوا؛ اس کے بارے میں جستجو کے باوجود صحیح معلوم نہ ہوسکا؛ البتہ اس پر لگے ہوئے کتبے پر دارالعلوم کی تاسیس کی تاریخ رقم ہے، ایسا لگتا ہے کہ جب دارالعلوم کی اولین عمارتیں بننا شروع ہوئیں، انھیں میں اس کی تعمیر عمل میں آئی ہے، اس کی بالائی منزل میں دفترِ محاسبی ہے، جس کے کارندے دارالعلوم کے حساب وکتاب کا کام بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں۔ یہ شعبہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے، اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ حساب بھی بذریعۂ رسید تکمیل پزیر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی شفافیت بالکل عیاں ہے۔ طلبۂ دارالعلوم کے وظائف اور امدادی سامان یہیں سے وصول کیے جاتے ہیں، اسی دفتر میں ترکی حکومت کی جانب سے عطا کردہ قیمتی ہدیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جُبّۂ مبارکہ سے مس شدہ رُومال مبارک رکھا ہوا ہے، جو اس کے حسن وجمال کو دوبالا کرتا ہے، آنے والے زائرین عقیدت مندانہ جذبات سے اس کو دیکھتے ہیں اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں۔ اس کی تاریخی حیثیت کے بارے میں رُوداد دارالعلوم ۱۳۳۲ھ میں لکھا ہوا ہے کہ ''دارالعلوم نے جنگ بلقان کے زمانے میں ترک مجروحین ومہاجرین کی انجمن ہلالِ احمر کے ذریعے ہندوستان میں قابل قدر امدادی خدمات انجام دی تھیں، اُن سے سلطان محمد پنجم بہت متاثر ہوئے؛ چنانچہ سلطان المعظم نے اپنے اس تاثر کا اظہار اس طرح فرمایا کہ دولتِ عثمانیہ کا سب سے بڑا تبرک ہدیہ یعنی جُبّۂ مبارکہ کا غلاف دارالعلوم کو عطا فرمایا، پھر آگے اس متبرک ہدیہ کے صفاتی احوال لکھے ہوئے ہیں کہ ''یہ غلاف رومال کی شکل میں ہے، کپڑا سفید، نہایت مہین اور خوش وضع ہے، وسط میں جلی قلم سے سیاہ حروف سے یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

نُورُ الهُدیٰ بِهِ تکرِیماً　　صَلُّوا عَلیه، وسَلِّمُوا تَسلِیماً

کناروں پر ترکی زبان میں ان کے شعر لکھے ہوئے ہیں۔ (رُودادِ دارالعلوم دیوبند ۱۳۳۲ھ)

گیٹ سے داخل ہوتے ہی اس کی بائیں جانب لٹکتا ہوا گھنٹہ نظر آتا ہے، جو طلبا، ارباب حل وعقد اور منتظمین کو وقت کی پابندی پر اُبھارتا ہے، اس کے شمال میں دارالعلوم دیوبند کی قدیم طرز کی بنی ہوئی مسجد قدیم کے دو چھوٹے چھوٹے زینے ہیں جو مسجد میں جاکر کھلتے ہیں، انھیں زینوں کے ساتھ مسجد کا میذنہ بھی ہے، جو اذانِ بلالی کی یاد تازہ کرہے۔

اس مسجد کا سنگ بنیاد ۱۴/ربیع ۱۳۲۷ھ کو رکھا گیا، اس مسجد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے موسسین اور معماران شیخ الہند، حکیم مسعود صاحب خلفِ صادق حضرت گنگوہی، مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب، حافظ احمد صاحب خلف الصدق حضرت نانوتوی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے اساطین علماء ربّانی تھے، یہ حضرات طلباء کے ساتھ اینٹیں اور گارے اٹھانے میں شریک کار تھے، یہ روح پرور منظر تعمیرِ کعبہ کی سنتِ خلیل اللّٰہی کی ایک عقیدتی مثال ہے۔ اس کے اوصاف کے بارے میں تاریخ دارالعلوم میں لکھا ہوا ہے کہ ''مسجد کے مُسقف دو درجے ہیں، بیرونی دیواریں پتھر کی ہیں، جن پر نہایت نفیس نقش ونگار بنے ہوئے ہیں، اوپر سنگ مرمر کا کتبہ نصب ہے، جس پر شیخ الہندؒ کے اشعار کندہ ہیں، جس کے آخری مصرع ''مقرون شدہ عبادت وعلم، در مدرسہ خانقاہ دیدہ ام'' میں (۱۳۲۸ھ) سن تعمیر مضمر ہے۔

(تاریخ دارالعلوم، ج ۱، ص: ۲۲۰)

پھر اس گیٹ کو پار کرنے کے بعد سامنے ایک بہت بڑا صحن ہے، جو ''احاطۂ مولسری'' سے موسوم ہے، اس کی دائیں جانب کے بالکل کنارے پر شعبۂ تکمیل افتاء کی درس گاہ ہے، جس کی عظمت واہمیت سب پر ظاہر ہے۔ فقہ وفتویٰ کے حوالے سے دارالعلوم کا مسلکی مزاج، اعتدال پر مبنی ہے، اس سلسلے میں دارالعلوم ''کورانہ تقلید'' کی صرف مذمت ہی نہیں؛ بلکہ اس کا شدید مخالف ہے اور نہ آزادیٔ اجتہاد کا قائل ہے؛ بلکہ کسی نئے مسئلے کا حل قرآن وسنت اور سلف کے قائم کردہ اصولوں سے مستنبط کرتے ہیں؛ چنانچہ اس سلسلے میں قاری محمد طیب صاحبؒ نے بالتفصیل وضاحت فرمائی ہے، آپ لکھتے ہیں: ''غرض نہ تو وہ مجتہدین فی الدین کے بعد اجتہاد مطلق کے قائل ہیں؛ جب کہ عملاً اس کا وجود ہی باقی نہیں رہا اور نہ جنسِ اجتہاد کی کلی نفی کرکے فتاویٰ کے حقائق وعلل کے استخراج اور ان کے مؤیدات کے استنباط یا متماثل جزئیات سے جزئیاتِ وقت کے استخراج سے گریزاں ہیں؛ بلکہ تقلید کے ساتھ تحقیق کا ملا جلا رنگ لیے ہوئے ہیں۔

(علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج ص ۱۴۴)

دارالعلوم بھی اس شعبہ کا بہت قدرداں ہے، خوش نصیب طلبہ ہی اس شعبہ کی تکمیل کرپاتے ہیں، ہر سال طلبہ کی ایک بڑی جماعت ایسی ہوتی ہے، جو افتاء کی تعلیم اور فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کیے بغیر حسرت ویاس کے عالم میں یہاں سے چلی جاتی ہے اور تاحیات اس کا شدید قلق

رہتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ کی اہمیت ہندوپاک، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے مدارس سے جاری کردہ فتووں سے بڑھ کر ہے، یہاں کے فتوے لوگوں کے دلوں میں سند کا درجہ رکھتے ہیں اور اس کی رائے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے، اس حوالے سے دارالعلوم بالکل منفرد ہے، اس کی بے نظیر فقہی خدمات کا قدرے اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف ۱۳۳۹ھ سے ۱۳۴۶ھ تک کے فتووں کی تعداد (۳۷۵۶۱) ہے؛ حالانکہ یہ تعداد صرف مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے دورِ افتاء کی ہے اس سے پہلے دارالعلوم میں فتووں کے ریکارڈ کرنے کا انتظام نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت قاری محمد طیب صاحب کے تخمینے کے مطابق صرف مفتی عزیز الرحمٰنؒ نے تقریباً تین لاکھ استفتاء کے جوابات دیے ہیں۔ جب فتووں کے دفتروں کی کثرت ہوتی چلی گئی تو دارالعلوم نے ان کو از سر نو ترتیب وتدوین کے لیے مفتی محمد ظفیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی ذمے داری سونپی، ان کی محنت وکوشش کے نتیجے میں گیارہ ضخیم جلدیں مرتب ہوئیں، جو ''فتاویٰ دارالعلوم'' کے نام سے مشہور ہیں۔ ادھر کافی عرصے سے تدوین وترتیب کا کام زیر التوا تھا؛ اس لیے اربابِ حل وعقد نے اس کی تکمیل کے لیے ایک مستقل شعبہ بعنوان ''شعبۂ ترتیبِ فتاویٰ دارالعلوم'' قائم کیا ہے۔ الحمدللہ یہ کام بہت تیزی سے چل رہا ہے اب تک سولہ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ نیز یہ شعبہ بھی احاطۂ مولسری کے قریب ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم کی عظمت وعقیدت لوگوں کے دلوں میں اتنی رچی بسی ہے کہ دارالعلوم نے ۲۰۰۲ء میں جب امریکہ نے افغانستان سے جنگ کرنے کے لیے اس کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی ٹھان لی تو اس وقت اُس نے امریکہ اور یورپ کی مصنوعات خرید وفروخت کے خلاف فتویٰ دیا، اس فتویٰ کا اثر لوگوں پر ایسا ہوا کہ انھوں نے خرید وفروخت تو درکنار، اُن اشیاء کو توڑ ڈالا، مسلمان (خواہ ان کا کسی بھی مسلک سے تعلق ہو) خریدتے وقت اس قدر احتیاط کرتے اور یہ معلوم کرتے کہ یہ سامان امریکہ اور یوروپ کا تو نہیں ہے، انھوں نے اس سوال کو بیع وشرا کا ایک جزو لاینفک بنالیا تھا۔

اس فتوے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ کا اقتصادی بجٹ خسارے میں چلا گیا، اُس نے مجبوراً لوگوں کو لبھانے کے لیے نصف قیمت پر سامان بیچنا شروع کردیا، پھر دارالعلوم کے فتوے کو بے وزن

کرنے کے لیے امریکہ اور اس کے حواریین نے طرح طرح سے اس کو ذلیل کیا، کبھی اس کے فتوے کو لے کر دارالعلوم کا مذاق اُڑایا، تو کبھی مسلک کو لے کر جگ ہنسائی کی، پرنٹ اور الکٹرونک میڈیا نے اس سازش کا بھرپور ساتھ دیا اور اب بھی دے رہے ہیں، چند سال قبل پیش آنے والے ''عمرانہ کیس، عورتوں کی ملازمت کرنا اور کریڈٹ کارڈ جیسے ظاہر الثبوت مسائل میں دارالعلوم کی عظمت کی پامالی، اسی ناپاک سازش کی بدنما مثالیں ہیں؛ لیکن ذاتِ الٰہی نے اس بار بھی دارالعلوم کو صہیونی پالیسیوں سے محفوظ رکھا اور اس کی عظمت میں کمی نہ آنے دی؛ البتہ اس پروپیگنڈے سے دارالعلوم کے فتووں کی افادیت پوری دنیا میں پھیل گئی، بیرونِ ممالک کے لوگوں نے بھی استفتاء کرنا شروع کیا تو دارالعلوم نے اسی احاطہ کے مشرقی جانب ''شعبۂ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ'' قائم فرمایا، انٹرنیٹ سے روزانہ دسیوں استفتاء آتے ہیں اور ان کا جواب بذریعۂ انٹرنیٹ دیا جاتا ہے۔ والحمد علی ذلک۔

اسی احاطے کے مشرقی جانب میں ''مولسری کا کنواں'' ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کا پانی کھینچنے والا ہینڈ پائپ بھی ہے، یہ کنواں بھی ایک خوابی بشارت سے مشرف ہے، اس کی بابت تاریخ دارالعلوم دیوبند کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ''ایک مرتبہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ دارالعلوم کا یہ کنواں دودھ سے بھرا ہوا ہے اور پرمَن تک دودھ آیا ہوا ہے کہ ہاتھ سے دودھ لے سکتے ہیں، اس کی مَن پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، سیکڑوں کی تعداد میں لوگ دُودھ لے کر جارہے ہیں، کوئی مشک بھر کر لیے جارہا ہے، کوئی بالٹی بھر کر، کوئی لوٹا بھر کر، کوئی پیالہ بھر کر، جس کے ہاتھ میں برتن نہیں وہ چلو بھر کر لیے جارہا ہے۔

خواب دیکھ کر میں اس کا مطلب اور تعبیر سمجھنے کے لیے منکشف ہوا تو پتہ چلا کہ یہ ''کنواں'' تو مدرسہ کی صورتِ مثالی ہے، دودھ ''علم'' کی صورت ہے، ذاتِ اقدس نبویؐ قاسم العلوم (علم کی تقسیم کنندہ) ہے اور دودھ لینے والے مدرسہ کے طلبہ ہیں (مقدمۂ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص:۵۰)

یقیناً انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے منامِ مبارک کے علاوہ کسی بشر کا خواب یقینی دلیل نہیں بن سکتا، تاہم رویائے صالحہ کشف والہام اور القاء قلبی ہونے کی وجہ سے یہ خواب مُبشّرات میں سے ہے، پھر حدیث نبوی ''مَنْ رَآني في المَنَامِ فقد رآني فِيُ اليقظة'' (شمائل ترمذی) کی وجہ سے اس کی قوت مزید بڑھ گئی۔

آپ اس کی حقیقت سے متعارف ہوچکے تو اب اس کے پانی کی تاثیر بھی مولانا مناظر

احسن گیلانی کی زبانی سنتے چلیے:

فرماتے ہیں کہ ”اتنا لذیذ، اتنا خوش گوار، اتنا شیریں، صاف وسبک اور خنک پانی، میں نے اس سے پہلے نہیں پیا۔“ (احاطۂ دارالعلوم میں بیتے ہوئے دن،ص ۲۴)

اب اس کے سامنے دیکھیے تو دونوں جانب مولسری کے درخت نظر آئیں گے، ان سایہ فگن درختوں نے دارالعلوم کی تاریخ اور قبل دارالعلوم کے حالات کو دیکھا ہے، نہ جانے یہ کتنی مرتبہ امت کی زبوں پر روئے ہوں گے اور بناء دارالعلوم کے وقت امت کی بازیافتگی پر مسکرائے ہوں گے۔

ان درختوں کے سائے تلے کتنے سہ روزہ، ہفتہ واری، پندرہ روزہ اور ماہ نامہ عربی، اردو، بنگلہ، آسامی اور تمل زبان میں نکلنے والے پرچے اپنا وجود برقرار رکھے ہیں، ان پرچوں کے ذریعہ طلبہ صحافت اور تصنیف کی مشق وتمرین کرتے ہیں، ان سے طلبہ کو زبان وادب کا کافی شعور بیدار ہوجاتا ہے۔ کچھ شعروشاعری میں امتیازی شان کے حامل ہیں تو بعض پرچوں کی خصوصیت جامعہ کی اخباری نشریہ کی ہے اس سے صحافتی ذوق پروان چڑھتا ہے--- دیواری پرچوں کا یہ سلسلہ ”بابِ قاسم“ سے شروع ہوتا ہے اور ان درختوں کے اردگرد اور قرب وجوار کی دیواروں میں آویزاں پرچوں کی بہتات ہے، ان پرچوں کے ذریعے طلبہ اپنی تحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں، گویا یہ میدانِ صحافت کے سنگِ میل کو عبور کرنے کا پہلا قدم ہے، دیواری پرچوں کی افادیت اور دارالعلوم دیوبند کے طرز پر دیگر مدارسِ عربیہ کی نقل ومحاکات کے بارے میں مولانا نورعالم خلیل امینی (استاذ ادب عربی ورئیس تحریر مجلّہ الداعی، دارالعلوم دیوبند) اپنا تاثر لکھتے ہیں کہ ”دیواری اخبارات ورسائل کی اب دارالعلوم میں بہار آئی ہوئی ہے۔ دارالعلوم میں فکروعمل کا جو ساز چھڑتا ہے خدائے حکیم کی توفیق سے ہر مدرسے میں ناگزیر طور پر اس کی محاکات شروع ہوجاتی ہے.... بقدرِ توفیق بہت سے مرکزی مدرسوں میں دیواری رسالوں کا نظام رائج ہوا اور ہورہا ہے۔ دیواری رسالوں کے ذریعے بطورِ خاص سیکڑوں؛ بلکہ ہزاروں طلبہ کی تحریر میں حسن وجمال کی قلم لگی، کتنے خوش نصیب عربی کے باکمال خطاط بن گئے، نہ صرف عربی خط؛ بلکہ مطلقاً خوش خطی کا ذوق پروان چڑھا اور نسل نو میں عربی زبان کو ہمہ گیر پیمانے پر سیکھنے کا ولولہ بیدار ہوا۔

(مقدمہ خط رقعہ کیوں اور کیسے سیکھیں، ص:۸)

اب بالکل سامنے دیکھیے دومنزلوں پر مشتمل لال رنگ کی قدیمی طرز کی تاریخی عمارت نظر آئے

گی، یہ عمارت نودروں پر محیط ہے، جس کو "نودرہ" کے نام سے ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ دارالعلوم کی سب سے پہلی عمارت ہے، جس کی سن تعمیر ۱۳۹۲ھ ہے۔ اس تاریخی منزل کے تذکرے کے بغیر تاریخ دارالعلوم ادھوری ہے، یہی وہ جگہ ہے جو کسی زمانے میں دیوبند نامی بستی کی کوڑی تھی؛ لیکن اپنے اندر دنیا کی علمی، عملی، تہذیبِ اسلامی اوراحیائے قرآن وسنت کی نشاۃِ ثانیہ کا راز چھپائے ہوئے تھی، یہی وہ جگہ ہے جومولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خواب "کہ میں بیت اللہ کی چھت پر کھڑا ہوا ہوں اورمیرے ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں سے نہریں جاری ہیں جواطرافِ عالم میں پھیل رہی ہیں جس کی اس دور کے بزرگوں نے یہ تعبیر دی تھی کہ آپ سے علوم نبوت کا فیضان تمام دنیا میں جاری ہوگا تھی، یہی وہ جگہ ہے جوسید احمد شہید کی پیشین گوئی کہ "مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے" کی حقیقت ہے۔ (مقدمۂ تاریخ دارالعلوم)

یہی وہ جگہ ہے کہ جس کے محلِ وقوع کی تعیین حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس نے خواب میں فرمائی ہے، جس کو حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوری دامت برکاتہم نے ترانۂ دارالعلوم میں اس طرح تعبیر فرمایا ہے

ع خودساقیِ کوثر نے رکھی میخانے کی بنیاد یہاں

اس کی تاریخی استناد اوراس کی تعمیری جائے وقوع کی تعیین کی کارگذاری بڑی دلچسپ اور ایمان افروز ہے، جس کے بارے میں قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم لکھتے ہیں کہ "جب (نودرے کی) تعمیر کا مسئلہ سامنے آیا..... (تو) شب میں حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم ثانی دارالعلوم نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف ارزانی فرمائی، دستِ مبارک میں عصا ہے، آپ نے فرمایا کہ جو یہ بنیاد کھودی گئی ہے، اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اورتنگ رہے گا، یہ فرماکر آپؐ نے جانبِ شمال دس بیس گز آگے بڑھ کر عصائے مبارک سے نشان لگایا اور ایک لانبی لکیر کھینچ دی کہ اس جگہ بنیاد کھودی جائے۔ بیدار ہوتے ہی مولانا ممدوح اس جگہ پر گئے تو لکیر کا نشان اسی طرح موجود پایا، جس طرح حضور ﷺ نے عصائے مبارک سے لگایا تھا۔ مولانا نے پھر نہ ممبران سے پوچھا نہ کسی سے مشورہ کیا؛ بلکہ نئی بنیاد اسی جگہ کھودوائی۔ (مقدمۂ تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۴۷)

جب اس کی بنیاد ساقیِ کوثر نے رکھی ہے تو سنگ بنیاد عاشقانِ نبوت، وفادارانِ آبروائے اسلام

نے رکھا ہے۔ ارواحِ ثلاثہ میں ہے کہ سنگ بنیاد مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے دستِ مبارک سے رکھوایا گیا، پھر ایک ایک اینٹ حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت مولانا مظہر نانوتوی، حضرت میاں جی منے شاہؒ اور حضرت حاجی عابد رحمہم اللہ نے رکھی۔ (ارواحِ ثلاثہ حکایت ۲۵۲)

جب بنیاد رکھی جاچکی تو سب لوگوں نے مل کر اس کی بقاوترقی کے لیے نہایت خشوع وخضوع سے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی، پھر اس کے بعد حضرت نانوتویؒ نے فرمایا: کہ ''عالمِ مثال میں اس کی اس مدرسے کی شکل ایک معلق ہانڈی کے مانند ہے جب تک اس کا مدار توکل اور اعتماد علی اللہ پر رہے گا، یہ مدرسہ ترقی کرتا رہے گا۔

بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی دارالعلوم ترقی کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے، اس کے خلاف جب بھی غیروں نے سازشیں رچی ہیں، تو خدائے قدوس نے ان کی سازشوں کو ناکام کردیا ہے، اسی لیے آج ساری باطل دنیا کی نگاہیں، اس کی ترقی وشہرت کو متزلزل کرنے میں لگی ہیں، مگر قاضیِ تقدیر ہمیشہ اس کی ترقی کا فتویٰ دیتا ہے اور دے رہا ہے اور ان شاء اللہ دیتا رہے گا۔ (والحمد علی ذلک)

''نودرے'' کی بالائی منزل ''دارالحدیث فوقانی) کی تعمیر ۱۳۵۳ھ میں شروع ہوگئ؛ جب کہ اس سے پہلے دارالحدیث بنی ہے؛ لیکن جب دارالعلوم کی ترقی روزافزوں اور طلبہ کی کثرت ہوتی چلی گئی، اس کی ضرورت کا احساس شدید ہوتا چلا گیا، جس کے باعث فوقانی دارلحدیث کا قیام عمل میں آیا اور چند سالوں میں ایک عظیم الشان ''ہال''، تعمیر ہوا۔

احاطۂ مولسری کی دوجانبوں میں قرأت اور تجوید کی درس گاہیں ہیں، جن سے اٹھنے والی روح پرور قرآن پاک کی شیریں تلاوت ''قال اللہ وقال الرسول'' کا حسین امتزاج پیدا کرتی ہے۔ اس شعبہ کی ابتدا، ۱۳۲۱ھ میں ہوئی اور فراغت کے لیے اس کا التزام ۱۳۵۱ھ میں ہوا ہے، اس کے اغاز کے وقت خدا کا کرشمہ دیکھیے کہ جس طرح دارالعلوم کا آغاز ایک استاذ اور ایک شاگرد سے ہوا تھا، اسی طرح یہ شعبہ بھی ایک استاذ اور ایک شاگرد سے شروع ہوا ہے، استاذ تھے جناب قاری عبدالوحید خاں الہ آبادیؒ اور شاگرد تھے حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ۔

دارالعلوم نے جس طرح لاکھوں ماہرین پختہ کار علماء پیدا کیے ہیں، جو اپنے میدانِ علم وعمل کے فردِ فرید ہیں، اسی طرح دارالعلوم نے ماہرین قراء، بہترین مُجودین کو پیدا کیا ہے، جو اپنی مثال قائم کیے ہوے ہیں۔

چونکہ دارالعلوم ۱۳۵۱ھ سے فضلاء کے لیے قرأت وتجوید کا پڑھنا لازم قرار دیا ہے؛ اس لیے کوئی بھی فاضل اپنی علمی تکمیل اس کے بغیر نہیں کرسکتا، یہ سچ ہے کہ دارالعلوم نے اپنے فارغین کو ''قال اللہ وقال الرسول'' کی عملی تفسیر بناتا ہے۔ مزید اس کی بہترائی کے لیے کوشاں اور نیک مفید مشوروں کا خواہاں بھی ہے، اسی لیے دنیا اس کے فضلاء کو آنکھوں پر بٹھاتی ہے۔

اس کے علاوہ چند ذیلی شعبہ ہیں، جیسے شعبۂ تبلیغ، شعبۂ اوقاف، شعبۂ برقیات، وغیرہ، جو تندہی سے اپنے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں۔

دارالعلوم کے ذکرِ خیر کے وقت دارالتفسیر، دارالحدیث، دارالافتاء، دارجدید، جامع رشید، باب الظاہر، مدنی گیٹ وغیرہ کا تذکرہ ضروری ہے؛ مگر چوں کہ اس مضمون کو احاطۂ مولسری اور اس کے شعبہ جات سے متعارف کرانا تھا، اس لیے ان کے تذکروں کو ان شاء اللہ ایک مستقل مضمون میں بیان کیا جائے گا۔

❁ ❁ ❁